# آکاش نام رکھنا کیسا؟

**مجیب:** مفتی ابو محمد علی اصغر عطاری

**فتوی نمبر:** Nor-11841

**تاریخ اجراء:** 18 ربیع الاول 1443ھ/25 اکتوبر 2021ء

## دارالافتاء اہلسنت

(دعوت اسلامی)

## سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام آکاش رکھا ہے، کیا یہ نام رکھنا، جائز ہے؟ بعض لوگ اس نام سے منع کرتے ہیں کہ یہ ہندوؤں والا نام ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

"آکاش"، سنسکرت زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی آسمان، حد نگاہ، خلا، زمین سے آسمان تک کا فاصلہ وغیرہ ہے، ان معانی کے اعتبار سے یہ نام رکھنا، ناجائز نہیں ہے، لیکن یہ لفظ نام کے طور پر مسلمانوں میں مستعمل بھی نہیں ہے، یہ ہندوؤں میں معروف ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آکاش نام نہ رکھا جائے، بلکہ ایسا نام رکھنا چاہیے جو معنی کے اعتبار سے اچھا اور مسلمانوں میں معروف ہو، کیونکہ پیارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اچھے نام رکھنے کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے اور علمائے کرام بھی ایسے نام رکھنے سے منع فرماتے ہیں جو قرآن و حدیث میں موجود نہ ہوں اور نہ ہی مسلمانوں میں مستعمل ہو۔

حدیث پاک کی مشہور کتاب جامع صغیر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث ہے: "حق الولد علی والدہ أن یحسن اسمه ویحسن موضعه ویحسن أدبه" یعنی اولاد کا باپ پر یہ حق ہے کہ باپ ان کا اچھا نام رکھے، انہیں اچھی جگہ رکھے اور اچھا ادب سکھائے۔ (جامع صغیر مع التیسیر، جلد1، صفحہ350، بیروت)

اسی طرح کی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ عبد الرؤوف مناوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: "فلا یسمیه باسم مستکرہ کحرب ومرة وحزن قال صاحب القاموس فی سفر السعادة: أمر الأمة بتحسین الأسماء" یعنی: والد اپنے بچے کا برا نام نہ رکھے، جیسے حرب، مرہ اور حزن، اور صاحب قاموس نے سفر السعادۃ میں

فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو اچھے نام رکھنے کا حکم دیا۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، جلد03، صفحہ394،مطبوعہ مصر)

فرہنگ آصفیہ میں آکاش کا معنی لکھا ہے: ”حد نگاہ، انگریزی(sky)، زمین سے آسمان تک کا عرصہ، ہوا سا باریک اور ہلکا مادہ جو زمین اور آسمان کے درمیان بھرا ہوا ہو، ہوائے لطیف، ہندوؤں کے نزدیک پانچواں عنصر۔“(فرہنگ آصفیہ، جلد01، صفحہ189، مطبوعہ اردو سائنس بورڈ، لاھور)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”وفي الفتاوى التسمية باسم لم يذكره الله تعالى في عباده ولا ذكره رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه والأولى أن لا يفعل كذا في المحيط“ یعنی فتاویٰ میں ہے کہ ایسا نام رکھنا جس کا ذکر اللہ پاک نے اپنے بندوں میں نہ کیا ہو، اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا ہو اور مسلمانوں میں مستعمل بھی نہ ہو، تو علماء نے ایسا نام رکھنے کے متعلق کلام کیا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھا جائے۔ اسی طرح محیط البرھانی میں موجود ہے۔(فتاویٰ ھندیہ، جلد05، صفحہ365، مطبوعہ پشاور)

مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ”ایسا نام رکھنا جس کا ذکر نہ قرآن میں آیا ہو نہ حدیثوں میں ہو، نہ مسلمانوں میں ایسا نام مستعمل ہو، اس میں علماء کو اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ نہ رکھے۔(بہار شریعت، جلد03، صفحہ603، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم